وقف جدید کے نئے سال کا اعلان

خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ / دسمبر ۱۹۹۱ء بمقام بیت اقصیٰ قادیان

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

آج سے 34 سال پہلے دسمبر کی 27 / تاریخ تھی اور جمعہ کا دن تھا جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی بار وقف جدید کی بناء ڈالی۔ اور اس کا اس خطبہ میں اعلان کیا۔ آج 34 سال کے بعد پھر دسمبر کی 27 / تاریخ ہے اور جمعہ کا دن ہے اور مجھے وقف جدید کے نئے سال کے اعلان کی توفیق مل رہی ہے۔

یہ بھی ان اتفاقات کے سلسلہ میں سے ایک حسن اتفاق ہے جو اس سال بہت اکٹھے ہو گئے ہیں اتنے کہ اتفاقات پر ایمان اٹھ گیا ہے اور یوں لگتا ہے کہ اتفاق کی بات نہیں یہ تقدیر الٰہی ہے جو جاری ہے ورنہ اتفاق سے، ایک اتفاق ہو جائے، دو ہو جائیں، تین ہو جائیں، یہ کیا کہ اتفاقات کا مسلسل سلسلہ جاری ہو اور ہر اتفاق حسن اتفاق ہو۔ پس مَیں سمجھتا ہوں کہ اس سال کی خصوصیات میں سے حسن اتفاق کے ایک مجموعہ کا اس طرح ظہور ہونا بھی شامل ہے۔ یعنی ہر اتفاق اپنی ذات میں ایمان افروز لیکن ان کا گلدستہ بہت ہی دیدہ زیب دکھائی دیتا ہے۔

وقف جدید سے متعلق جب حضرت مصلح موعودؓ نے پہلا اعلان کیا تو بہت ہی احتیاط کے ساتھ بہت معمولی چندے کی تحریک فرمائی اور اسے بہت آسان کر کے جماعت کو دکھایا۔ چند ہزار روپے کی تحریک تھی اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ اس سلسلہ میں چونکہ بہت سے زمیندار زمین کے کچھ ٹکڑے وقف کریں گے اور معلمین کو جن کو ہم بہت تھوڑا گذارہ دیں گے ان زمینوں سے کچھ زائد آمدنی کی صورت پیدا ہو جائے گی اس لئے مالی لحاظ سے اتنے فکر کی بات نہیں۔ اس تحریک کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جتنی توقع حضرت مصلح موعودؓ نے

ظاہر فرمائی تھی ،اس سے زیادہ کے وعدے جماعت نے پیش کئے اور جتنے مراکز کا شروع میں اعلان فرمایا تھا کہ وقف جدید کے معلم وہاں جا کر بیٹھیں گے اس سے زیادہ مراکز کا سامان مہیا ہو گیا۔اس تحریک کے وقت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایسی بات کہی جس کو میری ایک والدہ نے بڑے تعجب سے دیکھا اور بعد میں مجھے بتایا ،انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت مصلح موعودؓ نے اس تحریک کے اعلان کا فیصلہ کیا تو ساتھ مجھے بتایا کہ اس میں مجلس کے ممبر کے طور پر مَیں نے سب سے پہلا نام طاہر کا لکھا ہے۔

پس آج جب مَیں اس خطبہ کے لئے آ رہا تھا تو مجھے خیال آیا کہ یہ بھی شاید اللہ کی کسی تقدیر کے نتیجہ میں تھا کہ وقف جدید کی مجلس میں حضرت مصلح موعودؓ نے جو پہلا نام اپنے ہاتھ سے لکھا تو وقف جدید کے 34 سال کے بعد لیکن تقسیم کے بعد خلیفۂ وقت کے تعلق سے یہاں خطبات کا جو انقطاع ہوا تھا ،اسکے 45 سال کے بعد آج قادیان میں ہونے والے پہلے جلسہ سالانہ کے جمعہ میں مجھے ہی وقف جدید کے نئے سال کے اعلان کی توفیق مل رہی ہے۔

ہندوستان میں وقف جدید کی تحریک کچھ کمزور حالت میں پائی جاتی تھی ۔کیونکہ وقف جدید کے چندے کی طرف ہندوستان کی جماعتوں میں دلچسپی دکھائی نہیں دیتی تھی ۔ابھی تک وہ کمزوری جاری ہے اور بمشکل پانچ لاکھ کے قریب یا کم وبیش اتنی ہی وصولی ہوتی ہے حالانکہ ہندوستان میں وقف جدید کی غیر معمولی اہمیت سمجھی جانی چاہیے۔ یہ وہ تحریک ہے جس کے ذریعہ تمام ہندوستان کے علاقوں میں کم سے کم خرچ پر جماعت احمدیہ کا مؤثر رنگ میں پیغام پہنچایا جاسکتا ہے۔حضرت مصلح موعودؓ کے ذہن میں جو نقشہ تھا وہ کچھ اسی قسم کا تھا جیسا کہ مَیں نے اپنی کل کی تقریر میں ذکر کیا تھا کہ کچھ درویش صفت لوگ جن کی ضروریات زیادہ نہ ہوں ،خدا کے نام پر کسی ایک جگہ جا کر بیٹھ رہیں اور وہاں دھونی رمالیں اور اردگرد اصلاح وارشاد کا کام کریں اور جماعتیں ہوں تو وہاں ان کی تربیت کا کام بھی سنبھالیں ۔ یہ وہ طریق کار ہے جس کے ذریعہ ہم آسانی کے ساتھ ملک کے گوشے گوشے میں تبلیغ ہدایت کا سامان مہیا کر سکتے ہیں۔ ہندوستان میں جماعت کی عمومی تعداد اتنی تھوڑی ہے کہ اگر ہم بڑے بڑے علماء تیار کر کے ہندوستان کو پیغام دینا چاہیں تو اس کے لئے بہت لمبے انتظار کی ضرورت ہوگی۔

وقف جدید کی طرف سے اگر چہ ہم معلمین کو باقاعدہ تعلیم بھی دیتے ہیں لیکن اس جدید تحریک کی روایات یہ ہیں کہ اگر ضرورت پیش آئے تو تعلیم کے فقدان کی پرواہ نہ کی جائے اخلاص کو

دیکھا جائے اور اگر واقعۃً کوئی معمولی تعلیم والا شخص بھی اخلاص میں بڑھا ہوا ہو، تقویٰ کے لحاظ سے اس کا معیار اونچا ہو تو اس کو بھی وقف جدید میں شامل کر لیا جائے۔ شروع میں یہی طریق تھا لیکن رفتہ رفتہ پھر معیار تعلیم کو بڑھایا جانے لگا اور وقف جدید میں داخلہ کیلئے کم سے کم میٹرک کو معیار قرار دیا گیا۔ رفتہ رفتہ تعلیم میں اور بھی اضافے ہوئے۔

اب پاکستان میں صورتحال یہ ہے کہ خدا کے فضل سے جتنے بھی معلمین ہیں ان کی ٹھوس تعلیم کا اگر مکمل نہیں تو کسی حد تک انتظام کیا جاتا ہے۔ یہی صورت اس وقت ہندوستان میں رائج ہے لیکن آغاز میں وقف جدید کی جو روح تھی وہ وہی تھی جس کو مَیں نے ابھی بیان کیا ہے کہ اگر وقت کا تقاضا ہو تو تعلیم کو بے شک نظر انداز کر دو۔ اخلاص اور تقویٰ کو پیش نظر رکھتے ہوئے واقفین کا انتخاب کرو۔ اور جہاں ضرورت ہے اس ضرورت کو پورا کرو۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ آج ایسا ہی وقت ہے کہ ہمیں تعلیم کے لمبے جھگڑوں کو نظر انداز کرنا ہوگا اور جب ہم یہ کہتے ہیں تو اس کے نتیجہ میں معاً وقف جدید کے معلمین کی دو شکلیں سامنے آتی ہیں۔ اول وہ جو محض تبلیغ حق کیلئے، تبلیغ ہدایت کیلئے دنیا میں نکل کھڑے ہوں اور ان کی تعلیم خواہ کیسی بھی کیوں نہ ہو وہ تقویٰ کے زیور سے آراستہ ہوں، تقویٰ کا زادِ راہ رکھتے ہوں تو ہم امید رکھتے ہیں کہ خدا کے فضل سے ان کی تبلیغ کو بہت پھل لگیں گے۔ ایک دوسری نوع کے معلمین وہ ہوں گے جن کو لازماً کم سے کم بنیادی تعلیم دینی ہوگی۔ کیونکہ ان کا زیادہ تر کام جماعتوں کی تربیت ہوگا۔ پس دو قسم کے معلمین کی ہمیں اس وقت ہندوستان میں شدید ضرورت ہے۔ ایک وہ جو پیغام حق پہنچائیں خواہ کسی تعلیم کے ہوں۔ کسی طبقۂ زندگی سے تعلق رکھتے ہوں۔ شرط صرف یہ ہے کہ وقف کی روح رکھتے ہوں، ایک ولولہ رکھتے ہوں، ایک جوش رکھتے ہوں کہ آج میدانِ خدمت نے ہمیں آواز دی ہے ہم ضرور لبیک کہیں گے۔ اس جذبہ کے ساتھ وہ میدان میں نکل کھڑے ہوں اور ہر میدان کو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں سر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرے معلمین تربیت کی خاطر تیار ہونے ضروری ہیں۔ اور انہیں کچھ علمی ہتھیار سے مرصع کرنا اس لئے ضروری ہے کہ بعض اوقات بعض علماء ان جگہوں پر جہاں جماعت احمدیہ ترقی کر رہی ہے اپنے لاؤلشکر کے ساتھ جا پہنچتے ہیں اور چیلنج دیتے ہیں کہ آؤ ہم سے علمی مقابلہ کرو، ایسی صورت

میں اگر وہاں نہیں تو قرب و جوار میں ضرور ایسے معلم مہیا ہونے چاہئیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ علمی میدان میں بھی ان کو شکست دے سکیں۔

ہندوستان میں ضروریات اس تیزی سے بڑھ رہی ہیں کہ مَیں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان کی جماعتوں سے شاید اتنے احباب نہ مل سکیں۔ اس ضرورت کے پیش نظر مَیں نے قادیان کو ہدایت کی تھی کہ وہ ہندوستان کی حکومت سے درخواست کریں کہ جس طرح دوسرے ممالک میں جماعت احمدیہ کو اپنے مبلغین بھجوانے کی اجازت ہوتی ہے اس طرح ہندوستان بھی ہمیں باہر سے مبلغین بھجوانے کی اجازت دے۔ اس سلسلہ میں گفت و شنید ابھی کسی آخری مرحلے پر نہیں پہنچی لیکن اگر ہندوستان کی حکومت وسیع حوصلہ دکھائے اور جیسا کہ دنیا کے تمام ممالک خدمت دین کرنے کیلئے آنے والوں کی درخواستوں پر ہمدردی سے غور کرتے ہیں اور انہیں اجازت دیتے ہیں جیسے ہندوستان میں کثرت سے یورپ اور امریکہ سے عیسائی مبلغ اور مناد پہنچتے رہے اور آج بھی شاید ان کو اجازت دی جاتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان مبلغین کو جو خالصۃً اللہ کی خاطر قربانی کرتے ہوئے امن کو پھیلانے کے لئے، خدا کی محبت کو فروغ دینے کیلئے سچائی کا پیغام لے کر یہاں پہنچیں ان کی راہ روک دی جائے۔ بہر حال اگر حکومت ہندوستان نے ہمدردانہ غور کرتے ہوئے جماعت کو اجازت دی تو مَیں ہندوستان کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ایک عالمی وقف کی تحریک کروں گا تا کہ دوسرے ملکوں سے بھی لوگ یہاں پہنچیں اور آپ کے وقت کے تقاضوں پر لبیک کہیں۔ اگر یہ اجازت نہ مل سکی تو پھر آپ کو لازماً اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کرنا ہوگی۔

اس وقت جو میدان ہمارے سامنے ہیں ان میں بعض نئے ممالک بھی ہیں جن کا بظاہر تحریک جدید سے تعلق ہے لیکن کام کی نوعیت وقف جدید والی ہی ہے۔ مثلاً سکم ہے، بھوٹان ہے، نیپال ہے وہاں جہاں جہاں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کے مبلغین پہنچے ہیں انہوں نے زمین کو پیاسی دیکھا جو پیاسی بھی تھی اور سیراب ہونے کی خواہش بھی رکھتی تھی۔ ورنہ انسانی تجربہ میں یہ بات آئی ہے کہ جب تمثیلی طور پر انسان کا ذکر زمینوں کی صورت میں کیا جاتا ہے تو ضروری نہیں کہ پیاسی زمینیں پانی کی طلب بھی رکھتی ہوں۔ پانی آئے تو اسے رد بھی کر دیتی ہیں لیکن بھوٹان، سکم اور نیپال میں اللہ تعالیٰ کے فضل کیساتھ طبعی فطری رجحانات پائے جاتے ہیں اور صرف ایک مذہب

کی طرف سے پیاس کا اظہار نہیں بلکہ وہاں جتنے مذاہب پائے جاتے ہیں، ان سب میں ہی ایک طلب ہے اور ایک تلاش ہے چنانچہ اب تک ہمارے معمولی تعلیم یافتہ معلمین نے جتنا بھی کام کیا ہے خدا کے فضل سے اس کے توقع سے بہت بہتر نتائج ظاہر ہوئے ہیں۔ اس لئے ہمیں پھر لازماً ان ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے آپ سے مزید واقفین طلب کرنے ہوں گے۔ جہاں تک اعلیٰ تعلیم یافتہ واقفین کا تعلق ہے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اب قادیان میں جگہ کی اتنی سہولت مہیا ہو چکی ہے اور اس جلسہ کے اثر سے بعض دوسری جماعتوں نے بھی مجھ سے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ان کے خرچ پر ان کی طرف سے خصوصیت کے ساتھ ان کے علاقوں سے آنے والوں کے لئے بھی یہاں مہمان خانے تعمیر کئے جائیں۔

پس وہ جو دقت تھی کہ طلباء کو کہاں پڑھایا جائے، کہاں جامعہ بنایا جائے، یہ دقت تو عملاً دور ہو چکی ہے اور باقی مزید دور ہو جائے گی۔ اساتذہ کا جہاں تک تعلق ہے، مَیں نے غیر ممالک سے جائزہ لیا ہے اور بہت مثبت جواب پایا ہے کہ عرب جو عربی زبان کی مہارت رکھتے ہوں، ویسے تو ہر عرب کو عربی آتی ہے لیکن ہر مادری زبان بولنے والے کو اس زبان پر قدرت نہیں ہوا کرتی اس لئے مزید چھان بین کرنی پڑتی ہے کہ کون فصیح و بلیغ زبان جانتا ہے، پس ایسے عرب احمدیوں میں سے جو زبان پر خدا تعالیٰ کے فضل سے قدرت رکھتے ہیں۔ جب مَیں نے یہ سوال کیا کہ کیا آپ اپنے آپ کو وقف کر کے قادیان کے جامعہ میں پڑھانے کے لئے تیار ہوں گے تو انہوں نے خوشی سے اثبات میں جواب دیا بلکہ بہت ہی پر خلوص جذبے کے ساتھ لبیک کہی۔

اسی طرح ایسے انگریزی دان بھی میسر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ قادیان میں آکر خدمت کے لئے تیار ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے اور زبانوں میں بھی زبان سکھانے والے اپنے آپ کو پیش کر رہے ہیں۔ اس پہلو سے یہاں کے جامعہ کا معیار خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہت بلند کیا جا سکتا ہے۔ اہل زبان اپنی اپنی زبان یہاں کے طالب علموں کو سکھائیں اور قابل علماء جو یہاں میسر نہ ہوں تو باہر سے منگوائے جائیں۔ وہ اپنے اپنے مضمون کو اعلیٰ پیمانہ پر ذہن نشین اور دلنشین کریں تو مَیں سمجھتا ہوں کہ یہاں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جامعہ کا معیار بہت بلند ہو سکتا ہے اور جو روکیں اس وقت پاکستان میں ہمیں زچ کر رہی ہیں اور دل کو تنگ کرتی ہیں مَیں امید رکھتا ہوں کہ وہ روکیں یہاں

نہیں ہوں گی۔ پس اگر یہ ہو تو میرے ذہن میں یہ نقشہ ہے کہ ایک وسیع جامعہ بنایا جائے جس کا کام صرف اعلیٰ درجہ کے مولوی فاضل پیدا کرنا یا مولوی فاضل کے معیار سے بلند مبلغ پیدا کرنا نہ ہو بلکہ وقف جدید کے لئے بھی وہی کام کرے گویا شروع کے دو یا تین سال جتنی دیر میں ہم سمجھتے ہیں کہ وقف جدید کے مبلغ اس حد تک تیار ہو سکتے ہیں کہ وہ حوصلے اور اعتماد کے ساتھ میدان عمل میں جا کر خدمت بجالا سکیں اسوقت تک ان سب کی کلاسیں اکٹھی بھی ہو سکتی ہیں۔ بعد میں جو مزید ماہر علماء تیار کرنے ہوں وہ تین یا چار سال کے لئے مزید اس جامعہ میں ٹھہر کر اپنی آخری ڈگری حاصل کر سکتے ہیں۔ پھر ان میں سے جو مخلصین فوری طور پر اپنے آپ کو میدان عمل کیلئے پیش کریں اسی جامعہ میں کچھ نہ کچھ ابتدائی تربیت کیلئے ان کو چند مہینے روکنا ہوگا اور خدا کے فضل سے اسی جامعہ میں اس کا بھی بہت عمدہ انتظام ہو سکتا ہے۔ تو تین قسم کے معلمین اور مبلغین یہ جامعہ تیار کریگا۔ ایک وہ مخلصین جو فوری طور پر اپنے آپ کو میدان عمل میں پیش کرنے کے لئے حاضر ہوں اسمیں نہ کوئی عمر کی شرط ہوگی نہ کوئی تعلیم کی شرط ہوگی، تقویٰ اور خلوص اور قربانی کا مادہ، یہ دیکھے جائینگے۔ ابتدائی طور پر ان کو نظامِ جماعت سمجھانے کیلئے، تبلیغ کے میدان میں حکمتوں کے معاملات سمجھانے کیلئے اور عمومی طور پر ان علاقوں کے متعلق کچھ معلومات بہم پہنچانے کے لئے جن میں ان کو بھجوانا مقصود ہو۔ پھر اسلام کی کم از کم وہ تعلیم عمدگی کے ساتھ ان کے ذہن نشین اور دلنشین کرنے کی خاطر جس تعلیم کے بغیر کوئی مسلمان روزمرہ کی زندگی میں اپنے مسلمان ہونے کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ وہ بھی ان کو لازماً سکھانی ہوگی مثلاً نماز ہے، اگر کوئی بہت ہی مخلص آدمی اپنے آپ کو پیش کرے کہ مَیں حاضر ہوں۔ مجھے میدان عمل میں جھونک دیا جائے لیکن نماز صحیح نہ جانتا ہو، اس کا تلفظ درست نہ ہو، اس کا ترجمہ اسے نہ آتا ہو، نماز کے متعلق اس کے اردگرد جو مسائل گھومتے ہیں ان سے ناآشنا ہو۔ وضو کے مسائل کا نہ پتہ ہو۔ دیگر آداب صلوٰۃ سے ناواقف ہو تو یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ یہ متقی ہے کیونکہ تقویٰ کی کچھ ظاہری علامتیں ہونی بھی تو ضروری ہیں۔ تقویٰ اگر کسی دل میں ہو تو وہ نماز سے محبت کئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک سچا متقی ہو اور نماز کیلئے اس کے دل میں جستجو اور تڑپ نہ ہو۔

چنانچہ مجھے یاد ہے کہ اسی قادیان کی بستی میں جب بچپن میں ہم یہاں گلیوں میں گھوما کرتے

تھے تو عام سے عام انسان جسے دنیا کی زندگی میں عام کہا جاتا ہے ایک مزدور، ایک فقیر، وہ بھی نماز کو نہ صرف اچھے تلفظ کے ساتھ ادا کر سکتا تھا بلکہ اس کے مطالب سے آگاہ تھا اور روزمرہ کے دینی مسائل سے واقف ہوا کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں قادیان کے لوگ کچھ اور ہی مخلوق دکھائی دیتے تھے۔ جن کا اردگرد کی دنیا سے گویا کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہ وہ بستی تھی جہاں لوگ فقیروں کو، مانگنے والوں کو جھک کر سلام کیا کرتے تھے، ان کی عزت کیا کرتے تھے اور ان کے سامنے دعا کی درخواستیں پیش کیا کرتے تھے۔ یہ وہ بستی تھی جہاں مزدور جو سٹیشن پر مزدوری کرتے تھے پانچ وقت اپنی مزدوری کو چھوڑ کر مسجد مبارک میں حضرت مصلح موعودؓ کے پیچھے نماز پڑھنے کے شوق میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ وہ اعتکاف بھی بیٹھا کرتے تھے۔ ذکر الٰہی میں بھی مصروف ہوا کرتے تھے اور دیکھنے میں ریلوے کے ایک قلی ہی تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو لوگ دعاؤں کیلئے بھی کہتے تھے۔ ان سے استخارے بھی کروایا کرتے تھے۔ ان کی مجالس میں بیٹھنا باعث فخر اور باعث عزت سمجھتے تھے۔ یہ وہ معاشرہ تھا جس میں تقویٰ کی تعریف اپنے پورے جوبن کے ساتھ جلوے دکھا رہی تھی۔ پس جب مَیں نے یہ کہا کہ تقویٰ موجود ہو اور سچا اخلاص ہو تو ہم تعلیم کی مزید پروا نہیں کریں گے تو ہرگز یہ مراد نہیں کہ سطحی طور پر تقویٰ کو دیکھا جائے گا۔ امر واقعہ تو یہی ہے کہ تقویٰ کی گہرائی میں اترنا صرف خدا کا کام ہے لیکن کسی حد تک انسانی نظر کو بھی تو جانچ کرنی پڑتی ہے۔ جس حد تک انسان کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے اس وقت تقویٰ کی ظاہری شرائط کو پورا کرنا ہمارا فرض ہے۔ پس اس پہلو سے مَیں سمجھتا ہوں کہ عارضی طور پر وقف کرنے والوں کو بھی ہم فوراً بغیر کسی تحقیق کے میدانِ عمل میں نہیں جھونک سکتے۔ یہ ضرور دیکھنا ہوگا کہ اسے مسلمان کی روزمرہ کی زندگی کے ابتدائی فرائض ادا کرنے آتے ہیں کہ نہیں۔ بہت سے ایسے مسائل ہیں جن کے لئے علم کی ضرورت نہیں۔ ازخود ہر مسلمان کو معلوم ہونے چاہئیں اور ایک متقی کو لازماً معلوم ہوتے ہیں۔ پس ان ابتدائی مسائل سے آگاہی کی خاطر اسے ان باتوں سے بہت اچھی طرح مسلح کرنے کی ضرورت ہے جو میدان عمل میں اس کے سامنے روزمرہ پیش ہوگی اور ان سے لاعلمی کے نتیجہ میں وہ اپنے فرائض کو کما حقہٗ ادا نہیں کر سکے گا۔ جب وہ کسی کو اسلام کی طرف بلائے گا تو وہ پوچھے گا ناں کہ بتاؤ اسلام کیا ہے؟ اگر محض اخلاص ہی اخلاص ہو تو وہ اسے کیا بتائے گا۔ اسکی تو ایسی ہی مثال ہوگی جیسے کہا جاتا ہے کہ ایک پٹھان نے جب فساد کے زمانے تھے کسی

غیر مذہب والے کو تلوار کے زور سے ڈرا کر مسلمان بننے پر آمادہ کرلیا۔ جب وہ آمادہ ہو گیا تو اس نے کہا: خانصاحب! اب آپ فرمایئے کیسے مسلمان بنوں؟ اسنے کہا: کلمہ پڑھو۔ اسنے کہا پھر پڑھایئے تو کہا کہ تمہاری قسمت اچھی ہے۔ کلمہ مجھے بھی نہیں آتا۔ یہ لطیفہ ہے۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ پٹھانوں میں جو دین سے بڑی محبت رکھتے ہیں ایسے لوگ ہوں گے۔ مگر پرانے زمانوں میں یہ جاہلانہ رواج تھے کہ قوموں کے اوپر لطیفے بنائے جاتے تھے۔ پس کسی نے یہ لطیفہ گھڑا ہوگا۔ لیکن یہ فرضی لطیفہ ایسے معلم پر ضرور صادق آئے گا جو مسلمان بنانے کیلئے نکل کھڑا ہوا اور اسے صحیح طریق پر کلمہ بھی پڑھنا نہ آتا ہو۔ نماز بھی پڑھنی نہ آتی ہو، قرآن کریم کی تلاوت نہ جانتا ہو اور مسائل کی شدھ بدھ نہ رکھتا ہو۔ اس قسم کی تعلیم کیلئے مَیں سمجھتا ہوں کہ آغاز میں ہم تین مہینے کا تجربہ کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد اگر اساتذہ مشورہ دیں تو تین مہینے کو چھ مہینے میں بھی تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ یہ چھ مہینے جو ابتداء میں ہمیں کم از کم ضرورت کے معلم پیدا کرنے کیلئے درکار ہوں گے وہ ضائع نہیں جائیں گے کیونکہ اس عرصہ میں ہمیں بہت سے انتظامی کام بھی کرنے ہیں۔ بہت سے جائزے لینے ہیں اور میدان عمل میں دیگر ضرورتوں کی طرف بھی توجہ کرنی ہے۔ بعض مقامی قوانین کے تقاضے بھی پورے کرنے ہیں۔ مثلاً جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے سکم، بھوٹان، نیپال وغیرہ میں خدا کے فضل سے ایک رجحان پایا جاتا ہے لیکن وہاں پر جب تک جماعت رجسٹر نہ ہو اس وقت تک تبلیغ کی کھلے بندوں اجازت نہیں اور معلمین کو کافی دقت پیش آتی ہے۔

پس جب تک ہم وہاں باقاعدہ قانون کے تقاضے پورے نہ کرلیں اس وقت تک کھلی آزادی کے ساتھ اور پورے ولولے کیساتھ وہاں کام نہیں ہوسکتا۔ تو اگر آج کے بعد ہم ایک مہینہ آپ کی جماعتوں تک اس پیغام کے پہنچنے اور وہاں سے جواب آنے کا رکھ لیں اور ایک دو مہینے ان خواہشمند احباب کی درخواستوں پر غور کرنے کے، انکے حالات کی چھان بین کرنے کے اور وہاں کی جماعتوں سے رپورٹیں حاصل کرنے کے رکھ لیں تو پہلے تین مہینے تو اسی قسم کی ابتدائی تیاری کے لئے درکار ہوں گے۔ ان کے بعد پھر دوسری تیاریاں جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے کرنی ہوں گی۔ جامعہ کی تیاریاں ، اساتذہ کو حاصل کرنا، اس کے سلیبس تیار کروانا۔ نئے طرز پر جامعہ کی تعمیر کیلئے بڑی محنت درکار ہوگی اس کیلئے مَیں سمجھتا ہوں کہ کم از کم تین مہینے اور چاہئیں ہونگے تو جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر چھ مہینے کے لیے بعد میں، ابتدائی تعلیم حاصل کرنے والے تعلیم شروع کریں تو ایک سال کے بعد پہلا

پھل لگے گا۔ اگر چہ ہماری خواہش کے مطالبے اور ہیں اور صبر کے تقاضے اور ہیں لیکن لازماً آخر صبر کے تقاضے جیت ہی جاتے ہیں۔ ہمیں صبر سے کام لینا ہوگا ایک سال کا انتظار تو ہمارے لئے بہر حال مقدر ہے۔ اس لئے پہلے سال کے بعد انشاء اللہ پھر ہر سال یا اگر چھوٹی کلاس ہو تو تین تین۔ چھ چھ مہینے کے بعد معلمین کے نئے وفود تیار ہوتے چلے جائیں گے۔ نئے گروہ تیار ہوں گے جن کو ہم حسب حالات اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہندوستان کے شمال وجنوب میں پھیلا سکتے ہیں۔

وقف جدید کی تحریک کا اس طرز تبلیغ سے گہرا اور اٹوٹ رشتہ ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ذہن میں جو طرزِ تبلیغ تھی یا طرزِ تربیت تھی یہ وہی ہے جو مَیں آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں۔ آپ کے پیشِ نظر کوئی بہت زیادہ رسمی سخت مزاج کی تنظیم نہیں تھی۔ ایسی تنظیم تھی جس میں لوچ ہو، جس میں تقاضوں کے مطابق ڈھلنے کی صلاحیت ہو، اونچ نیچ کیلئے اس میں گنجائش موجود ہو۔ پس ہندوستان کی وقف جدید کو بھی اسی نہج پر کام کرنا ہوگا اور اللہ کے فضل سے کسی حد تک یہ کام ہو رہا ہے۔ لیکن جہاں تک مقامی ضروریات کا تعلق ہے پانچ لاکھ کی رقم تو کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔ چنانچہ چند سال پہلے مَیں نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے پہلی مرتبہ وقف جدید کے چندہ کے نظام کو بین الاقوامی یا کل عالمی بنا دیا۔ پہلے وقف جدید کے متعلق یہ خیال تھا کہ برصغیر ہندو پاکستان کی حدود میں محدود ہے اور صرف پاکستان ہی سے چندہ وصول کیا جائے یا صرف ہندوستان ہی سے چندہ وصول کیا جائے۔ اور اس میں ایک اضافہ بنگلہ دیش کا بھی کر لیں۔ ان دنوں میں وہ چونکہ مشرقی پاکستان تھا اس لئے اس وقت دو ہی ملک پیش نظر تھے مگر بنگلہ دیش بھی اس گروہ میں شامل ہے چند سال پہلے خصوصیت سے ہندوستان کی ضروریات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے مَیں نے وقف جدید کے چندہ کی عالمی تحریک کی اور تمام دنیا کی جماعتوں سے یہ درخواست کی کہ پاکستان اور ہندوستان کی سرزمین وہ ہے جہاں سے کبھی خالصۃً آپ تک اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے وہاں کے باشندگان مسلسل قربانی کیا کرتے تھے اور کبھی کسی ذہن میں یا ذہن کے کسی گوشے میں بھی یہ خیال نہیں گزرا کہ چندہ تو ہم اکٹھا کر رہے ہیں لیکن خرچ دوسرے ملکوں میں ہو رہا ہے۔ **ہندوستان اور پاکستان کے باشندوں نے ایک لمبے عرصہ تک کلیۃً اللہ کی خاطر اور تمام نفسانی اغراض سے پاک ہو کر تمام دنیا میں اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے مالی قربانیاں بھی دیں اور جانی قربانیاں بھی دیں۔** چنانچہ مَیں نے باقی ملکوں کو سمجھایا کہ یہ تو ایک

ایسا احسان ہے جو آپ عمر بھر اور نسلاً بعد نسل بھی اتارنے کی کوشش کرتے رہیں تو دعا کے سوا اُتر نہیں سکتا۔ مگر ظاہری طور پر اگر یہ احسان اُتارنا چاہتے ہیں تو ایک صورت یہ ہے کہ آپ ایک ایسی تحریک میں شامل ہو جائیں جس کا خرچ آپ کے ملک میں نہیں ہوگا بلکہ ہندوستان اور پاکستان اور بنگلہ دیش میں ہوا کرے گا چنانچہ اس طرح آپ اظہار تشکر بھی کر سکتے ہیں اور آپ کے دل احسان کے بوجھ سے ہلکا محسوس کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس تحریک پر بہت ہی شاندار لبیک کہا گیا اور بڑے بڑے ممالک نے جن میں یورپ کے ممالک میں سے جرمنی ہے اور UNITED KINGDOM ہے اور دوسرے مغرب کے ممالک میں سے کینیڈا ہے اور امریکہ ہے اسی طرح انڈونیشیا اور دیگر مشرقی ممالک نے بھی بڑی ہی خوشدلی کے ساتھ اور بشاشت کے ساتھ لبیک کہا۔ اور اس کے نتیجہ میں ہماری بہت سی مالی دقتیں دور ہو گئیں۔ اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ دیگر ممالک تو مسلسل قربانی میں آگے بڑھ رہے ہیں اور آغاز میں جتنے انہوں نے وعدے کیے تھے اور جتنی ادائیگی کی تھی اس کے مقابل پر اب انکے وعدے اور ادائیگی کئی گنا بڑھ چکی ہے۔

لیکن ہندوستان کی وقف جدید کا وہی حال ہے جس رفتار سے پہلے قدم اٹھا رہی تھی بعینہٖ اسی رفتار سے اب قدم اٹھا رہی ہے۔ شاید اس میں کچھ قصور بیرونی قربانی کرنے والوں کا ان معنوں میں ہو کہ یہاں کے کارکنوں نے سمجھ لیا کہ خدا کے فضل سے پیسے تو باہر سے آ ہی جانے ہیں، ضرورتیں تو پوری ہو ہی جاتی ہیں ہمیں کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ کوشش کریں اور مصیبت میں مبتلا ہوں اور چٹھیاں لکھیں اور جماعتوں کو احساس دلائیں کہ تم نے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا ہے۔ بعض دفعہ بیرونی مدد اس قسم کی کمزوری بھی پیدا کر دیا کرتی ہے۔ تو ایک بات تو مَیں آج آپ سے یہ کہنی چاہتا ہوں کہ دین کی خاطر قربانی کرنا اللہ تعالیٰ کے فضل سے کسی پر ذاتی احسان نہیں ہے۔ یہ نہیں مَیں کہہ رہا کہ واقعۃً آپ پر وہ قومیں احسان کر رہی ہیں۔ یہ لفظ تو محاورے کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ عملاً جو بھی چندہ دیتا ہے للہ دیتا ہے۔ اللہ کی رضا کی خاطر دیتا ہے اس لئے احسان کے مضمون کو کچھ دیر بھول جائیے۔ لیکن انسانی غیرت اور حمیت کے مضمون کو ضرور یاد رکھیں۔ ایک مومن حتی المقدور ضرور یہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو۔ ایک مومن حتی المقدور ضرور یہ کوشش کرتا ہے کہ اپنی اور اپنی علاقائی ضرورتوں کو وہ خود پورا کر سکے اور ہر معنی میں یعنی لطیف تر معنی بھی فیض رساں ہو فیض قبول کرنے والا نہ ہو۔

پس ذاتی طور تو ہندوستان کو جہاں بیرونی دنیا سے کوئی بھی زیر احسان نہیں کرتا جب وہ خلیفۂ وقت کی تحریک پر وقف جدید کی مدّ میں قربانی کرتا ہے۔لیکن ہندوستان میں یہ احساس پیدا ہونا ضروری ہے کہ ہم وہ ملک ہیں جہاں احمدیت کا سوتا پھوٹا ہے۔ جہاں آسمان سے احمدیت کا نور نازل ہوا ہے۔ایک لمبے عرصہ تک ہمیں یہ سعادت ملی کہ ہمارا فیض ساری دنیا کو پہنچتا رہا۔مشرق کو بھی پہنچا، مغرب کو بھی پہنچا، کالوں کو بھی پہنچا، گوروں کو بھی پہنچا۔ایک ہندوستان ہی تھا جو افریقہ کی ضرورتیں بھی پوری کر رہا تھا، امریکہ کی ضرورتیں بھی پوری کر رہا تھا، یورپ کے ممالک کی ضرورتیں بھی پوری کر رہا تھا اور مشرق بعید کے ممالک کی ضرورتیں بھی پوری کر رہا تھا۔کبھی کسی ہندوستانی احمدی کے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ وہ دوسروں پر احسان کرتا ہے۔اسکے لئے یہ سعادت تھی اور اس سعادت کے نتیجہ میں، تکبر کے نتیجہ میں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے احسان کو یاد رکھتے ہوئے اس کا سر اونچا ہوتا تھا۔

سر کا اُونچا ہونا بھی مختلف وجوہ سے ہوسکتا ہے یاد رکھیں کہ سر کا اونچا ہونا لازماً تکبر کی علامت نہیں ہے۔بعض دفعہ نیک مقاصد کیلئے بھی سر بلند کئے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے احسان کے تابع جہاں سر جُھکتے ہیں وہاں سر بلند بھی ہوا کرتے ہیں۔پس ان معنوں میں ہندوستان کی جماعتوں کا سر بہت بلند تھا لیکن رفتہ رفتہ تقسیم کے بعد جو کمزوریاں پیدا ہونی شروع ہوئیں ان میں ایک مصیبت یہ آپڑی کہ دوسروں پر انحصار کا رُجحان پیدا ہو گیا اور ہندوستان یہ بھول گیا کہ وہ تو ایک فیض رساں ملک تھا اور فیض رساں ملک کے طور پر بنایا گیا تھا۔اس مقصد کیلئے خدا نے اسے چنا تھا کہ اس کا فیض ساری دنیا میں پھیلے۔ پس اس نقطۂ نگاہ سے ہندوستان کی جماعتوں کو اپنے حالات کا از سر نو جائزہ لینا چاہئے۔

مَیں یہ نہیں کہتا کہ فلاں جماعت کے لوگ مالی قربانی میں پیچھے ہیں اور فلاں کے آگے ہیں لیکن یہ مَیں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ضروریات کے لئے استطاعت ضرور بخشی ہے۔آپ میں جتنے مخلصین کام کیلئے آگے آسکتے ہیں ان کا آپ کی تعداد سے ایک تناسب ہے اور ہر قوم میں یہ تناسب موجود ہوتا ہے پس جتنے مخلصین آپ پیدا کر سکتے ہیں ان مخلصین کی ضروریات کیلئے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ضرور توفیق بخشی ہے۔پس اگر وہ ضروریات پوری نہ ہوں اور باہر سے مدد کی ضرورت پیش آئے تو یہ تکلیف دہ صورت اُبھرتی ہے کہ ہندوستان کی جماعتیں اپنے فرائض کو پورا ادا نہیں کر رہیں۔پس مَیں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے حالات کا جائزہ لیں۔آپ میں سے وہ خوش نصیب جن کو خدا تعالیٰ نے کثرت سے دولت عطاء فرمائی ہے اور ایسے ضرور ہیں۔ وہ یہ جائزہ لیں کہ کیا وہ اس نسبت سے جس

نسبت سے اللہ نے ان پر فضل فرمایا ہے، خدا کے حضور مالی قربانی میں لبیک کہتے ہیں کہ نہیں۔

یہ خیال کہ جماعت کے عہدیداران کو کیا پتہ کہ ہمارے پاس کیا ہے، ہمیں کتنا ملتا ہے، یہ ایک بے تعلق اور بے معنی خیال ہے۔ جماعت کے عہدیداران کو خوش کرنے کیلئے تو آپ نے دینا ہی نہیں ہے۔ جس کے حضور پیش کرتے ہیں اسے سب کچھ پتہ ہے کیونکہ دینے والا ہاتھ وہ ہے۔ عطا کرنے والے کو کیسے آپ دھوکہ دے سکتے ہیں۔ جس نے خود آپ کو کچھ دیا ہو آپ کیسے یہ سوچ سکتے ہیں کہ اسے آپ کے حالات کا علم نہیں ہے۔ پس ان عذر کے قصوں کو بھلا دیجئے چھوڑ دیں ان باتوں کو کہ آپ کے اوپر کتنی ذمہ داری ہے اور مالی لحاظ سے لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ اچھے ہیں لیکن عملاً یہ حال نہیں ہے۔

اس قسم کی باتیں عموماً کم چندہ دینے والے کیا کرتے ہیں۔ ان کو بھلا دیجئے اور یہ بات دیکھئے کہ جس خدا نے آپ کو عطا کیا ہے اگر اس کی محبت اور پیار کے اظہار کیلئے آپ اس کے حضور کچھ پیش کرتے ہیں تو وہ اسے رکھ نہیں لے گا وہ اسے واپس لوٹائے گا اور دہ چند کر کے واپس لوٹائے گا۔ اور دس گنا زیادہ کر کے واپس لوٹانا اس نے اپنے اوپر فرض کر لیا ہے۔ وہ کیسے یہ کام کرتا ہے ہم ان اسرار کو نہیں جانتے مگر روزمرہ کی زندگی میں ان کاموں کو ہوتا ہوا دیکھتے ہیں لیکن وہ لوگ جو اخلاص کے اعلیٰ معیار پر قائم ہیں ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے کوئی حد قائم نہیں فرمائی۔ فرمایا: پھر جسے وہ چاہے اسے جتنا چاہے بڑھا کر دیتا چلا جائے اسکی کوئی حد نہیں ہے۔ تو پہلے تو یہ دیکھیں کہ خدا کے معاملے میں کنجوسی کرنا کوئی عقل کا سودا ہے؟ کوئی نفع کا سودا ہے یا گھاٹے کا سودا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی حلیم ہے اور ضروری نہیں کہ ہر کنجوسی کرنے والے کو اسکی کنجوسی کی فوراً سزا دے۔ وہ مستغنی بھی ہے۔ وہ بعض دفعہ پرواہ بھی نہیں کرتا اور خصوصاً ان لوگوں کی پرواہ نہیں کرتا جن سے توقعات نہ ہوں۔ پس خدا کی طرف سے اس معاملہ میں پکڑ کا نہ آنا ایک خطرناک علامت ہے۔ میرا ساری زندگی کا تجربہ ہے کہ نیک لوگوں پر غفلت کے نتیجہ میں احساس دلانے والی پکڑ ضرور جلد ہی آیا کرتی ہے۔ خدا کی پکڑ کی صرف ایک ہی قسم نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی عقوبت کی بھی اور پکڑ کی بھی بہت سی قسمیں ہیں۔ بعض دفعہ پکڑ ایسی ہوتی ہے جو صرف احساس دلانے کیلئے ہوتی ہے کہ ہیں ہیں! تم سے یہ توقع نہیں تھی۔ یہ کام نہیں کرنا ورنہ میں غالب ہوں۔ مجھ سے بھاگ کر تم الگ نہیں جا سکتے۔ یہ ایک ایسی پکڑ ہے جسے مومن اور مخلص مومن ہی جانتا ہے۔ غیروں کو اندازہ ہی نہیں کہ یہ کیا چیز ہوتی ہے۔ اس کا نام ابتلاء نہیں ہے اس کا نام سوائے محبت کی دنیا کے کسی

اور دنیا کو معلوم ہی نہیں ہوسکتا۔ ایک ماں جو اپنے بیٹے سے محبت رکھتی ہے اور اعلیٰ توقع رکھتی ہے جب وہ غفلت کرتا ہے تو ضروری نہیں کہ اسے سزا دے۔ لیکن اسکی آنکھ میں ہلکی سی جو مایوسی ظاہر ہوتی ہے وہی اس پیارے بچے کے لئے سزا بن جاتی ہے۔ اگر نسبتاً کم لطیف مزاج کا بچہ ہو تو اس کے لئے اظہار ناراضگی یا اظہار مایوسی ذرا اور رنگ میں ظاہر ہوگا۔ نسبتاً زیادہ کھل کر ظاہر ہوگا۔ مگر وہ بھی عام دنیاوی معنوں میں عقوبت یا سزا نہیں کہلاتی وہ محض ایک یاددہانی ہے۔

پس میرا تجربہ ہے کہ خدا تعالیٰ مومنوں کو جن سے توقعات رکھتا ہے جن کو آگے بڑھانا چاہتا ہے ان کی بعض ایسی غفلتوں پر ضرور پکڑتا ہے اور جلدی پکڑتا ہے۔ اور اس پکڑ کا نتیجہ انکی اصلاح ہوتی ہے اور ان کے اور خدا کے درمیان ایک ایسا رشتہ قائم ہو جاتا ہے کہ وہ کچھ تجربے کے بعد جان لیتے ہیں، خوب اچھی طرح پہچان لیتے ہیں کہ خدا سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے۔ جہاں ہم نے غلطی کی ہم اپنی غلطی میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ ہم اپنے غلط مقصد کو حاصل نہیں کرسکیں گے۔ پس وہ خوش نصیب ہیں جو غفلت کے نتیجہ میں ان معنوں میں پکڑے جاتے ہیں لیکن وہ لوگ جو اپنے حال پر تو راضی ہو جائیں جن کی تجوریاں بھرتی رہیں، جن کے رزقوں میں ترقی ہوتی چلی جائے وہ یہ سمجھنے لگیں کہ خدا ہم سے تو راضی ہے اگر ہم اس کے حضور پیش کرنے میں کمی بھی دکھاتے ہیں تو اس نے کبھی بھی ناراضگی کا ظاہری اظہار نہیں کیا۔ یہ بہت بڑی بیوقوفی ہے۔ خدا مستغنی ہے۔ وہ عطاء کرنے والا ہے ایسے موقع پر اس کی ناراضگی کا ظاہری اظہار کوئی نہیں ہوسکتا سوائے اس کے کہ کوئی شخص اتنا دور چلا جائے کہ وہ دین کا دشمن ہو پھر بعض دفعہ اسکو دنیا میں عبرت کا نشان بنایا جاتا ہے لیکن یہ تو بہت ہی بعید کی بات ہے۔ مَیں کسی احمدی کے متعلق یہ تصور بھی نہیں کرسکتا کہ وہ نعوذ باللہ اس حال کو پہنچ جائے پس وہ لوگ جن کو خدا نے زیادہ دیا ہے خواہ وہ کسی بھی صوبے سے تعلق رکھتے ہوں، خواہ ان تک مال کے انسپکٹران کی آواز پہنچتی ہو یا نہیں یا مرکز کے ناظران کے خطوط پہنچتے ہوں یا نہیں۔ انکو یاد رکھنا چاہیے کہ خدا جانتا ہے اور خواہ آپ ظاہری قربانی کریں، اعلانیہ قربانی کریں یا مخفی قربانی کریں خدا کے علم میں ہے کہ کون میرا بندہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ میرے پیار کے نتیجہ میں وہ میرے حضور کچھ پیش کرتا رہتا ہے۔ اس علم کو آپ اپنے کانشنس، دماغ میں اگر محسوس کریں یعنی باشعور طور پر ہر قربانی کرنے والا قربانی کرتے وقت یہ جانتا ہو کہ میرے مولیٰ کی مجھ پر نظر ہے تو اس کی قربانی کا معیار یکدفعہ بدل

جائے گا۔اس میں ایک انقلاب برپا ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ شخص جسے کوئی دیکھ رہا ہو اور خصوصاً وہ دیکھنے والا ہو جو اُس سے بلند توقعات رکھتا ہو جس کا اس شخص کے دل میں احترام ہو۔ جسے دیکھا جا رہا ہے تو اس وقت اُس کا ردِعمل بالکل مختلف ہوتا ہے اس کی اَدائیں بدل جاتی ہیں ۔ بچے، دیکھا ہے کہ ان لوگوں کے سامنے جن کی عزت کرتے ہیں کتنے مہذب اور بن ٹھن کر تیار بیٹھے ہوتے ہیں ۔ گفتگو کا سلیقہ بھی بالکل مختلف ،لیکن اُدھر استاد کمرے سے باہر نکلا یا ماں چلی گئی تو اچانک شور شرابا برپا ہو جاتا ہے۔ دیکھنے کا جو مضمون ہے یہ ایک بہت ہی اہم مضمون ہے۔ اسے سمجھے بغیر اخلاص میں سچی ترقی ہو نہیں سکتی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک بہت ہی پاکیزہ اور عظیم الشان کلام میں بار بار جو یہ فرمایا کہ سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ تو اس میں صرف یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا میری نگہداشت کر رہا ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ مَیں ہر آن اس کے سامنے کُھلا پڑا ہوں۔ میری زندگی کا کوئی شعبہ بھی اس کی نظر سے اوجھل نہیں ہے۔ چھپا ہوا نہیں ہے۔ مَیں کیسے غلطی کر سکتا ہوں مجھے تو توفیق ہی نہیں ہے مَیں تو ہر وقت دھوپ میں بیٹھا رہتا ہوں۔ میرا زندگی کا کوئی حصہ چھپا ہوا، مخفی ، پُر اسرار نہیں ہے۔ ہر وقت میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔

پس ان معنوں میں جب خدا دیکھتا ہے تو انسان کے طرزِ عمل میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے اسکے نتیجہ میں ۔ پھر دوسرے معنے میں بھی دیکھتا ہے یعنی ہر وقت اس کی پیار کی نظر اپنے ایسے بندے پر رہتی ہے، نگہداشت کی نظر اس پر رہتی ہے اور اس کے دشمن اس پر وار نہیں کر سکتے ۔ مگر خدا کی حفاظت ان کے واروں کو ناکام اور نامراد کر دیتی ہے ۔ یہ نگہداشت کی نظر اس پہلی نظر کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے ۔ اسکی کوکھ سے پھوٹتی ہے اور لوگ اس مضمون کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں کتنی سعادتوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ پس اس کا تجربہ ہر جماعت کا چندہ دینے والا اپنے روزمرہ کے چندوں میں کر کے دیکھے تو وہ محسوس کرے گا کہ مالی قربانی سے اسے نئی عظمتیں اور نئی رفعتیں نصیب ہو رہی ہیں ۔ اور خدا سے اس کا تعلق دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ پس ایسی مالی قربانی نہ کریں جس کے نتیجہ میں خدا سے تعلق کم ہو۔ ایسی مالی قربانی کریں جس کے نتیجہ میں آپ خدا کے پیارے بنتے چلے جائیں ۔ اور وہ آپ کا نگہدار ہو جائے آپکی ہر ضرورت کا کفیل ہو جائے۔ وہ اپنے ذمہ یہ لے لے کہ اس بندے کی ہر ضرورت میں پوری کروں گا۔ کیونکہ اس

نے میری خاطر اپنی ضرورتوں کو نظر انداز کر کے میرے حضور کچھ مالی قربانی پیش کی ہے۔خدا سے زیادہ شکر گزار اور کوئی نہیں ہے۔اسی لئے اس کا نام شکور رکھا گیا ہے۔حالانکہ اگر آپ گہرائی سے دیکھیں تو شکر کے مضمون کا خدا پر اطلاق ہو ہی نہیں سکتا۔اور ظاہری نظر سے ہم اس معاملہ پر غور نہیں کرتے۔شکر تو اس کا ادا کیا جاتا جس نے کوئی احسان کیا ہو۔خدا پر تو کوئی احسان ہو نہیں سکتا۔جو کچھ ہے اس نے عطا کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

؎ سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے (درثمین صفحہ:۳۶)

محسن کے طور پر ہے۔اس کا شکر بھی احسان کی ایک بہت ہی اعلیٰ درجہ کی قسم ہے۔اس شکر کی کوئی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔اپنے بندے پر احسان فرماتا ہے کہ اسے اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق بخشے اور پاک جذبوں سے خرچ کرنے کی توفیق بخشے۔پھر شکر کے ساتھ اسے قبول فرماتا ہے۔ اور اس کی ضروریات کا کفیل بننا اس کی ذمہ داری ہو جاتی ہے۔خدا تعالیٰ کے ’’شکور‘‘ ہونے کا یہ جو مضمون ہے یہ اتنا لطیف ہے کہ اس پر آپ جتنا غور کریں اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی محبت آپ کے دل میں اچھلتی چلی جائے گی۔

پس چندے دیں تو اس اَدا سے دیں کہ ہر چندہ آپ کے طرزِ فکر کو خدا کی محبت کی سمت رواں کر دے۔آپ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلقات کے مضمون پر مزید غور کیا کریں اور آپ کی مالی قربانی آپ کو وہ کچھ عطا کر جائے جسے دنیا کی ساری دولتیں بھی خرید نہ سکتی ہوں ایک شخص چند کوڑی خدا کے حضور پیش کر دیتا ہے۔ایک ہے جو چند لاکھ پیش کر دیتا ہے۔لیکن خدا تو نہ چند کوڑی میں خریدا جا سکتا ہے نہ چند لاکھ میں خریدا جا سکتا ہے۔تمام دنیا کی دولتیں خود اسی نے عطاء کر رکھی ہیں۔ساری دنیا کی دولتیں بھی اس کے حضور پیش کر دیں تو خدا خریدا نہیں جا سکتا۔مگر یوسف تو سوت کی ایک اَٹی پر بک گیا اور آج تک دنیا اس کے قصے سناتی ہے۔لیکن یوسف کو خدا سے کیا نسبت ہے، خدا تو ایک اَٹی سے کم رزق کے ایک دانے پر بھی بکنے کیلئے تیار بیٹھا ہے۔اگر وہ محبت اور خلوص کے ساتھ اس کے حضور پیش کیا جائے۔

تو اپنی عظیم پُر رفعت قربانیوں کو اس طرح ضائع نہ کریں۔جب خدا کے نام پر آپ سے مانگا

جائے تو خدا کو حاضر ناظر جان کر اپنے حالات پر غور کر کے اس سے تعلق بڑھانے کیلئے، اس سے پیار کے رشتے قائم کرنے کیلئے پیش کیا کریں۔ پھر دیکھیں آپ کی تنگ دستیاں بھی دور ہونی شروع ہو جائیں گی اور آپ کے رزق میں غیر معمولی وسعت ملے گی اور ایسی وسعت نہیں ملے گی جو آپ کے لئے ابتلاء لیکر آئے۔ ایسی وسعت ملے گی جو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بدلیاں آپ کیلئے اٹھالائے گی اور آپ ہمیشہ خدا کی رحمت کے سائبان تلے رہیں گے۔ آپ پر خدا کی برکتیں برسا کریں گی۔ آپ کی مصیبتیں کم ہوتی چلی جائیں گی۔ آپ کی راحت کے سامان بڑھتے چلے جائیں گے اور کچھ عرصہ کے بعد آپ اپنے آپ کو ایک محفوظ انسان سمجھیں گے۔ جہاں بھی رہیں گے وہ آپ کے لئے دارالامان ہوگا۔ قادیان دارالامان میں آپ کیلئے ایک یہ بھی پیغام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان قربانیوں اور قربانیوں کی ان اَداؤں کے ساتھ اپنے گرد ایک دارالامان خدا سے طلب فرمایا۔ یعنی زبان حال سے اور اللہ تعالیٰ نے اس دارالامان کو پہلے ''الدار'' کی صورت میں عطا فرمایا پھر اس کا درجہ بڑھاتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ یہ وعدہ فرمایا کہ جو تیرا روحانی فرزند ہے، تجھ سے روحانی تعلق بھی رکھتا ہے، وہ بھی تیرے گھر کی امان میں ہے۔

پس قادیان کی امان کو آپ سارے ہندوستان پر پھیلا سکتے ہیں۔ یہ امان ایسی نہیں جو یہاں جڑ پکڑ کر یہیں کی ہو رہی ہے۔ یہ ایسا پودا ہے جو آپ کے گھروں میں لگ سکتا ہے۔ اور ہر احمدی ہر ایک گھر کو دارالامان بنا سکتا ہے۔ مگر اس کا طریق وہی ہے جو مَیں آپ کو بتا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے جب ایسا تعلق قائم کر لیا جائے کہ آپ پیار کے نتیجہ میں اس کی خاطر اٹھتے بیٹھتے اور قربانیاں کرتے ہوں محض رسمی طور پر نہیں، محض ظاہری اطاعت کے طور پر نہیں تو خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو امان دی جاتی ہے ہر قسم کے مصائب سے امان دی جاتی ہے، ہر قسم کی مشکلات سے امان دی جاتی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ آپ کا ایک پیار کرنے والا، آپ کی نگہداشت کرنے والا ایک موجود ہے۔ ہمیشہ وہ آپ کے سر پر کھڑا ہے اور آپ کا ساتھ دینے والا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسا خدا کا ہو جائے وہ جب سوتا ہے تو خدا اس کیلئے جاگتا ہے، جب اسے خبر بھی نہیں ہوتی کہ اس کا دشمن اس کیلئے کیا تیاری کر رہا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے دشمن کی شرارتوں پر نظر رکھتے ہوئے ان کے توڑ کے منصوبے بنا رہا ہوتا ہے اور دشمن کے ہر وار کو اس کے پڑنے سے پہلے ہی معطل اور ناکام

کر دیتا ہے۔ پس اس خدا سے ہم نے تعلق باندھا ہے، اسی خدا سے اپنے تعلق کو استوار کرنا ہے۔

وقف جدید کے سلسلہ میں بھی اور دیگر چندوں کے سلسلہ میں بھی میں ہندوستان کی جماعتوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ باہر کی دنیا کے لوگ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں بہت آگے نکل چکے ہیں اور بڑی تیزی سے آگے نکل رہے ہیں۔ اس لیے آپ اپنے پہلے اعزاز کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ وہ جھنڈا جو خدا نے خود آپ کے ہاتھ میں تھمایا تھا یعنی عظیم مالی قربانیوں کا جھنڈا، اسے اپنے سینے سے چمٹا رکھیں۔ اسے بلند رکھیں اور اگر چہ سب آپ کے بھائی ہیں اُن سے حسد اور رقابت کوئی نہیں مگر نیکیوں میں خدا تعالیٰ کا یہی حکم ہے کہ ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔

پس اس روحانی رقابت کو تو بہر حال آپ کو محسوس کرنا ہوگا۔ یہ عہد کریں اور یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ دن جلد آئیں جب نہ صرف یہ کہ آپ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں بلکہ از سر نو ساری دنیا کی ضرورتیں پوری کرنے کیلئے آپ خدا کے حضور مالی قربانیاں کرنی شروع کر دیں اور ایک دفعہ پھر آپ کا سر اس فخر کے ساتھ بلند ہو جو عجز اور شکر کا جذبہ اپنے اندر رکھتا ہے کہ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ ثُمَّ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ ، اپنی توفیق سے نہیں بلکہ خدا کے فضل اور رحم کیساتھ ہمیں یہ توفیق ملی ہے کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قربانی کے جو اسلوب اور قربانی کی جو ادائیں ہمیں سکھائی تھیں از سر نو ہم نے ان کو اپنا لیا ہے۔ اب اس پہلو سے ہم دنیا کے حسین ترین وجود بن کے ابھر رہے ہیں خدا کرے ایسا ہی ہو اور جلد تر آپ کو اسکی توفیق ملے۔

جماعتوں کی طرف سے قربانیوں کے مقابلے کی جو فہرست پیش کی جاتی ہے تا کہ دوسروں کو تحریک ہو وہ تو بہت لمبی ہے۔ صرف دو باتیں کر کے اب میں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔ پہلے تو پاکستان اور ہندوستان کو چھوڑ کر دنیا کے دیگر ممالک میں جو پہلے دس ملک ہیں ان کا ترتیب وار اعلان کرنا چاہتا ہوں تا کہ جو ملک خدا کے فضل سے اس مقابلے میں نمایاں حیثیت حاصل کر سکے ہیں ان کو طمانیت نصیب ہو اور وہ ملک جو ان سے پیچھے رہ گئے ہیں انکے اندر یہ جذبہ پیدا ہو کہ ہم بھی آگے بڑھیں اور ان کا مقابلہ کریں۔ اس لئے میں وہ فہرست پڑھ کر آپ کو سناتا ہوں۔

اس ضمن میں پہلی بات یہ ہے کہ پہلی تحریک پر بیرونِ ہندو پاکستان اور بیرونِ بنگلہ دیش ممالک نے جو مالی قربانی وقف جدید کے لئے پیش کی تھی وہ چند ہزار کی تھی لیکن 1991ء میں جو وقف

جدید کے لحاظ سے آج ختم ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑھ کر ایک لاکھ پانچ ہزار 963 پاؤنڈ بن چکی ہے اور اس کو اگر روپوں میں ڈھالا جائے اور ہندوستان اور پاکستان کی مالی قربانی کو بھی روپوں کے ایک ہی معیار پر اکٹھا کر دیا جائے تو یہ پہلا سال ہے کہ خدا کے فضل سے وقف جدید کی سالانہ آمد ایک کروڑ روپے ہو چکی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بہت ہی عظیم احسان ہے اور یہ حسن اتفاق بھی اسی سال کو نصیب ہوا ہے۔

دوسری بات اول اور دوم کے لحاظ سے یہ ہے کہ ساری دنیا پر جرمنی کی جماعت وقف جدید کی مالی قربانی میں سبقت لے جا چکی ہے۔ اور پچھلے سال بھی خدا کے فضل سے انہوں نے اس سبقت کو قائم رکھا تھا اور اس سال بھی باوجود اس کے کہ بعض دیگر رشک رکھنے والے لوگوں نے زور بھی مارے مگر جرمنی نے ان کو آگے نہیں نکلنے دیا اور لطف کی بات یہ ہے کہ وعدہ تو 24 ہزار 648 سٹرلنگ پاؤنڈز کا تھا لیکن ادائیگی 32 ہزار 446 کی ہے خدا کے فضل سے وعدوں سے بہت بڑھ کر انہوں نے ادائیگی کی توفیق پائی اور یہ بھی خدا کا ایک خاص اعزاز ہے۔

امریکہ نمبر 2 ہے۔ 21 ہزار 47 ادائیگی ہے لیکن وعدے سے کچھ پیچھے رہا ہے۔ پس دونوں لحاظ سے یہ جرمنی سے پیچھے ہے۔ کینیڈا نمبر 3 ہے جسکی 13 ہزار 277 پاؤنڈ کی ادائیگی ہے اور اللہ کے فضل سے وعدے سے کچھ زیادہ دیا ہے۔ برطانیہ نمبر 4 ہے۔ 12,500 کے وعدے کے مقابل پر 13,051 پیش کیا اس کے بعد انڈونیشیا، جاپان، ناروے، ماریشس، ہالینڈ اور بنگلہ دیش آتے ہیں۔

جاپان کو دنیا میں ایک خصوصیت حاصل ہے جو وہ آج بھی برقرار رکھے ہوئے ہے اور مالی قربانی کے ہر شعبہ میں اسے یہ خصوصیت حاصل ہے کہ فی چندہ دہندہ (کے حساب سے) جاپان ساری دنیا میں سب سے زیادہ اور سب سے آگے ہے اور اتنا نمایاں آگے ہے کہ کسی اور ملک کو ابھی مستقبل قریب میں بظاہر یہ توفیق نہیں ملے گی کہ وہ اس کو پکڑ سکے۔ جاپان کا جو میں نے جائزہ لیا تھا تو اس سے پتہ چلتا تھا کہ فی کس مالی قربانی میں بعض ممالک سے تقریباً 3 گنا زیادہ، بعض ممالک سے 4 گنا زیادہ یعنی بہت ہی آگے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو بھی یعنی اہل ہندوستان کو بھی یہ توفیق عطا فرمائے کہ نہ صرف وقف جدید کے میدان میں بلکہ دیگر سب میدانوں میں بھی، مالی قربانی میں بھی پورے جوش

اور خلوص کیساتھ آگے بڑھیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لطف اٹھائیں اور اللہ آپ کے اموال میں بھی اس کے نتیجہ میں بہت ہی برکت دے۔ اور آپ کی مالی کمزوریاں دور فرمائے اور جہاں تک زندگیاں پیش کرنے کا تعلق ہے خدا تعالیٰ آپ کو یہ بھی توفیق عطاء فرمائے کہ آپ اپنے ملک کی ضرورتیں خود پوری کرسکیں۔ اس توقع کے بعد کہ ہندوستان میری آواز پر اسی طرح نمایاں شان سے لبیک کہے گا جس طرح آج کا جلسہ ایک نمایاں شان رکھتا ہے، اب مَیں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔